مولانا عبدالقیوم حقانی

# مناسکِ حج

## عبدیت کا معراج اور عشق کا منتہا

جوں جوں ایامِ حج قریب آرہے ہیں۔ دیارِ حرم اور کوچۂ محبوب کے مسافر حجاجِ کرام وہاں کے فیوض و برکات اور انوار او رتجلیات سے استفادہ کے عزائم، ملاقات اور وصال کے تخیلات، کوئے یار کے گرد و غبار اور روحانی انوار کے حصول میں بے چین اور بے قرار ہو رہے ہیں ؎

وعدۂ وصل چون شود نزدیک
آتشِ شوق تیز تر گردد

**ہجومِ عاشقاں** | یہ محبانِ صادق اور والہین مخلصین اپنے آغاز سفر سے ہی سارے تعلقات منقطع کرکے دنیا کے سارے معاملات طے اور حسابات بیباک کرکے اپنے سب عزیز و اقارب اور احباب و گھر بار سے منہ موڑ کر کوچۂ محبوب کی طرف جانے والے ہیں۔ پھر وہاں کوئی پھولوں کا سیج نہیں۔ حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کی دنیا نہیں وہاں بھی تو جنگلوں اور گلی کوچوں میں مارے مارے پھرنا ہے کہ یہی دو چیزیں عاشقوں کا کام ہیں ؎

چمن سے مجھے شوقِ صحرا ہوا
نئے رنگ سے مجھ کو سودا ہوا

یہ ساری وحشت سامانیاں و اشتیاق کیوں ہے؟ یہ اضطراب و بے چینی اور یہ انتظار و بے قراری آخر کیوں مسلط ہوگئی؟ اس لئے کہ درِ محبوب پر عشاق کے اجتماع کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ قریب آگیا ؎

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہوگا

**احرام عاشقانہ رنگ کا پورا مظہر** | یہ محبِ صادق اور عاشقِ زار اپنے روزمرہ کے اور عام عادی لباس میں حاضر نہیں ہوتا بلکہ ایسے فقیرانہ لباس میں حاضر ہوتا ہے جو مُردوں کے کفن سے مشابہت رکھتا ہے

اور آخرت میں میدان حشر کی یاد دلاتا ہے۔ گویا احرام عاشقانہ رنگ کا پورا مظہر ہوتا ہے۔ فقیرانہ صورت نہ خوشبو نہ زینت ایک عجب سی ہیئت جو کرب و بے چینی اور اشتیاق و محبت کے کمال کو ظاہر کرتی ہے ؎

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی
گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

**بے چارگی اور شکستگی** | محبوب حقیقی کا جلوہ جہاں آرا ہے اسی کا حکم ہے کہ کرتہ، پاجامہ، صدری، شیروانی کوٹ پتلون کچھ بھی نہ ہو بس ایک تہبند باندھ لیا جائے اور ایک چادر جسم کے اوپر کے حصے پر ڈال دی جائے سر بھی کھلا ہو۔ پاؤں میں موزہ بلکہ ایسا جوتا بھی نہ ہو جس سے پاؤں پورا ڈھک جائے۔ یہ اور اس قسم کی دوسری پابندیاں عائد کرنے کا منشا یہ ہے کہ بندہ بارگاہ صمدیت میں ایسی ہیئت اور صورت میں حاضر ہو جس سے اس کی عاجزی، بے چارگی، بے حیثیتی، بے مائیگی اور عیش دنیوی سے بے رغبتی ظاہر ہو۔

**سند فخر و امتیاز** | محب صادق جب کوئے یار میں داخل ہوتا ہے تو سر پر بال بکھرے ہوئے، لباس میں مجنونانہ ہیئت، میلا کچیلا حال، از خود رفتہ عاشق زار، بہ حالت بخدا محبوب حقیقی باری تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں :-

انظروا الی زوار بیتی قد جاؤنی۔ میرے گھر کے مشتاقوں کو دیکھو کہ میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور گرد و غبار کی حالت میں آتے ہیں ؎

اپنے دیوانوں کی فریاد سے خوش ہوتے ہیں
پس دیوار کھڑے سنتے ہیں شیون ان کا

**حاکمانہ شان کا تقاضا** | اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی اس کی شان یہ ہے کہ وہ ذوالجلال والجبروت ہے۔ احکم الحاکمین ہے اور شہنشاہ کل ہے۔ اور ہم اس کے عاجز و گنہگار بندے اور مملوک و محکوم ہیں اس کی اسی حاکمانہ اور شاہانہ شان کا تقاضا یہ ہے کہ بندے اس کے حضور میں ادب و نیاز عجز و انکسار اور سراپا عبدیت کی تصویر بن کر حاضر ہوں

ارکان اسلام میں پہلا عملی رکن "نماز" اسی کا خاص مرقع ہے۔ اور اس میں یہی رنگ غالب ہے اور زکوٰۃ بھی اسی نسبت کے ایک دوسرے رخ کو ظاہر کرتی ہے۔

**شان محبوبیت** | مگر اللہ کی ایک دوسری شان تو یہ بھی ہے کہ وہ ان تمام صفات جمال سے بدرجہ اتم متصف ہے جن کی وجہ سے انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وہ — بلکہ صرف وہی محبوب حقیقی ہے جس کی شان محبوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کا تعلق اس کے ساتھ محبت اور والہیت

کا ہو۔ روزے میں بھی کسی قدر یہ رنگ ہے، کھانا پینا چھوڑ دینا اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لینا عشق و محبت کی منزلوں میں سے ہے۔ مگر حج اس کا پورا پورا مرقع ہے ؎

نغمۂ ساز کہیں، نالۂ پرسوز کہیں
دل تڑپنے کا ہر انداز نیا ہوتا ہے

دلِ حزیں کا سرمایۂ تسکین | بیت اللہ کا حج کرنے والا کیسا محب صادق اور عاشق زار ہے سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے ایک کفن نما لباس پہن لیتا ہے۔ ننگے سر رہتا ہے نہ حجامت بنواتا ہے نہ ناخن ترشواتا ہے نہ بالوں میں کنگھا کرتا ہے نہ تیل لگاتا ہے۔ خوشبو کا استعمال متروک ہے تو میل کچیل سے جسم کی صفائی بھی متروک ہے جنون اور وارفتگی میں چیخ چیخ کر لبیک لبیک پکارتا ہے ؎

آئے یہ شب وصل نہ کل ہو گی میسر
جو کچھ کہ اڑانے ہیں مزے آج اڑا لے

کبھی بیت اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے اور کبھی اس کے ایک گوشے میں لگے ہوئے سیاہ پتھر (حجر اسود) کو چومتا ہے اور کبھی اس کے در و دیوار سے لپٹتا اور آہ و زاری کرتا ہے۔ اور اس کے دلِ حزیں کے لئے سرمایۂ تسکین ہے ؎

ہر غم سے غمِ یار کے پہلو نکل آئے
ہم وحشت میں چل کر بھی لب جو نکل آئے

پھر صفا و مروہ کے پھیرے کرتا ہے۔ پھر مکہ معظمہ کے شہر سے نکل کر کبھی منٰی اور کبھی عرفات اور کبھی مزدلفہ کے صحراؤں میں جا پڑتا ہے اور کبھی اپنے محبوب کی خوشنودی کی خاطر ہاتھ میں کنکریاں لے کر بار بار جمرات پر مارتا ہے۔

عشق کی منتہا | یہ سارے اعمال تو وہی ہیں جو محبت کے دیوانوں سے سرزد ہوتے ہیں یہی عشق کا راستہ ہے۔ یہی محبت کی ادائیں ہیں ؎

نہیں آسان سر خواہش غمِ جاناں پہ تج دینا
مگر میرے دلِ پُر غم نے یہ منزل بھی سر کی ہے

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام گویا اس رسم عاشقی کے بانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادائیں اس قدر پسند آئیں کہ اپنے دربار کی خاص الخاص حاضری حج وعمرہ کے ارکان ومناسک ان کو قرار دیا۔ ان ہی سب کے مجموعہ کا نام گویا "حج" ہے۔ جو محب صادق کی محبت اور عشق کی گویا منتہا ہے ؎

دونوں عالم سے سمیٹے ہوئے دامن اپنا آن پہنچا ہے سر کوچۂ جاناں کوئی

اگر بندہ کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہوجائے اور ابراہیمی و محمدی نسبت اور سچی عاشقانہ عبادت کا کوئی ذرہ عطا ہوجائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا۔ اور وہ نعمتِ عظمیٰ اس کے ہاتھ آگئی۔ جس سے بڑی کوئی نعمت، کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو یہ حق ہے کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ کہے اور مست ہو ہو کر یہ کہے ؎

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است — رفتم بہ پائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

حجرِ اسود | حجرِ اسود دیکھنے میں پتھر کا ایک ٹکڑا ہے۔ لیکن اس میں ایک روحانیت ہے وہ ہر اس شخص کو پہچانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ادب اور محبت کے ساتھ اس کو بلا واسطہ یا بالواسطہ چومتا ہے۔ اور اس کا استلام کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔ خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو نئی زندگی دے کر اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور جن بندوں نے اللہ کے حکم کے مطابق عاشقانہ اور نیازمندانہ شان کے ساتھ) اس کا استلام کیا ہوگا وہ اس کے حق میں سچی شہادت دے گا۔

خلافت راشدہ کے نقشِ ثانی حضرت عمر فاروق رضہ حجرِ اسود کو بوسے بھی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ

| | |
|---|---|
| اِنِّی لَاَعْلَمُ اِنَّكَ حَجَرٌ | میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر |
| مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ | ہے (تیرے اندر کوئی خدائی صفت نہیں) |
| وَلَوْ لَا اَنِّی رَاَیْتُ | نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان |
| رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ | اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| وسلم یُقَبِّلُ مَا | کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ |
| قَبَّلْتُكَ | چومتا۔ |

طواف کی ابتدار حجرِ اسود کے بوسہ سے ہوتی ہے جس کو حدیث پاک میں اللہ جل شانہ کے دستِ مبارک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حجرِ اسود کا بوسہ گویا محبوبِ حقیقی آقائے کریم کی دستِ بوسی ہے اور مالکِ حقیقی کا انتہائی لطف و کرم ہے جس نے خاک کے پتلوں کو یہ سعادت مرحمت فرمائی ؎

جلووں کی وہ اک دنیا حیرت کا یہ اک عالم
وہ حسن کی فطرت ہے یہ عشق کی رسمیں ہیں

عشاق کے نزدیک محبوب کے گھر کے درودیوار کو چومنا اس کی چوکھٹ پر سر رکھنا اس کی دست بوسی

اور قدم بوسی سچے عشق کے لوازمات سے ہیں ؎

پامال کر گیا ہے کوئی دل کی راہ میں　　آنکھوں کو مل رہے ہیں کسی نقشِ پا سے ہم

امرّ علی الدیار دیارِ لیلیٰ　　اُقبّلُ ذا الجدار و ذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من سکن الدیارا

(میں جب اپنی محبوبہ لیلیٰ کی بستی سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو، دراصل اس بستی کے گھروں کی محبت نے میرے دل کو دیوانہ نہیں بنایا ہے بلکہ میں تو اس بستی میں بسنے والے اپنے محبوب پر فدا ہوں)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود پر اپنے لب مبارک رکھے اور بہت دیر تک رکھے رہے اور آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی کھڑے رو رہے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہی جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں ؎

میری چشمِ تر کا یہ کیا حال ہے　　کہ دامن سے تا آستیں لال ہے

**ملتزم** | خانہ کعبہ کی دیوار کا قریباً دو گز کا جو حصہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے یہ وہ مبارک جگہ ہے جہاں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چمٹ جاتے تھے اپنا سینہ اور چہرہ اس سے لگا دیتے اور ہاتھ بھی پوری طرح پھیلا کے اس پر رکھ دیتے تھے۔ اس جگہ خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے محب صادق کو وصال اور لطف حاصل ہوتا ہے ؎

چوں رسی بکوئے دلبر بسپار جانِ مضطر　　کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

**عرفات، عبدیت کا معراج** | عرفات کے مبارک میدان میں ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو، جو رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا خاص دن ہے جب لاکھوں کی تعداد میں اللہ کے بندے فقیروں، محتاجوں کی صورت بنا کر جمع ہوتے ہیں۔ دعائے مغفرت، نزولِ رحمت کی دعائیں اور آہ و زاری کرتے ہیں۔ اس کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ عرفات میں دعا کی حقیقی روح، بندگی اور اپنی عجز و درماندگی کا اظہار ہے۔ اور جس دعا میں یہ جوہر جس قدر زیادہ ہو اسی قدر وہ دعا قیمتی ہوتی ہے۔ ایسا موقعہ اور ایسا دن واہ کیا کہنا ؎

مزے لوٹو کلیم اب آپڑی ہے　　بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے

بندگی اور عجز و درماندگی کی حقیقت کیا ہے اور عرفات میں اس کا صیغۂ اظہار کیا ہونا چاہئے۔ حضرت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں جس طرح بندگی اور عبودیت سے معمور دعا کی انہی الفاظ و معانی کی حقیقت توشۂ دنیا و آخرت ہے۔ حضورؐ نے عرفات میں بارگاہِ ربوبیت میں عرض کیا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِیْ
وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ
وَ عَلَانِیَتِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ
شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَ اَنَا
الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ
الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ
الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ
اَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمِسْکِیْنِ
وَ اَبْتَھِلُ اِلَیْکَ اِبْتِھَالَ
الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَ اَدْعُوْکَ
دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ وَ دُعَاءَ
مَنْ خَضَعَتْ رَقَبَتُہٗ وَ
فَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ وَ ذَلَّ
لَکَ جِسْمُہٗ وَ رَغِمَ لَکَ
اَنْفُہٗ اَللّٰھُمَّ لَا
تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِیًّا
وَّ کُنْ بِیْ رَءُوْفًا
رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ
الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ
الْمُعْطِیْنَ ۔

اے اللہ! تو میری بات سنتا ہے اور میں
جہاں اور جس حال میں ہوں تو اس کو دیکھتا ہے
اور میرے ظاہر و باطن سے تو باخبر ہے، تجھ
سے میری کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں۔ میں
دکھی ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ
جو ہوں، ترساں ہوں، ہراساں ہوں اپنے
گناہوں کا اقراری ہوں۔ تجھ سے سوال کرتا
ہوں جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ سوال کرتا
ہے تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار
ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے۔ اور تجھ سے دعا
کرتا ہوں جیسے کوئی خوفزدہ آفت رسیدہ
دعا کرتا ہے۔ اور اس بندے کی طرح مانگتا
ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی
ہو اور آنسو بہہ رہے ہوں۔ اور تن بدن
سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو
اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے
اللہ! تو مجھے اس دعا مانگنے میں ناکام اور
نامراد نہ رکھ۔ اور میرے حق میں بڑا مہربان
نہایت رحیم ہو جا۔ اے ان سب سے بہتر و
برتر جن سے مانگنے والے مانگتے ہیں اور جو
مانگنے والوں کو دیتے ہیں۔

حضور پرنورؐ کی اس دعا کا ایک ایک لفظ عبدیت کی روح سے لبریز اور کمال معرفت کا ترجمان ہے دنیا بھر کے دینی و مذہبی ادب میں اور کسی بھی زبان کی دعاؤں اور مناجاتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی یہ دعا تو قلب محمدؐ سے نکلی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا خاص عطا فرمایا تھا اور ان کو معرفت نفس اور معرفت رب کا جو مقام حاصل تھا وہ دنیا میں کسی کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ لہٰذا حجاج کرام بھی الفاظ کے ساتھ معانی

اور مفہوم پر نظر رکھ کر جب یہ دعا پڑھتے ہیں تو انہیں بھی عبدیت کی معراج حاصل ہو جاتی ہے۔

**رمی جمرات** منیٰ میں کافی فاصلے پر تین ستون بنے ہوئے ہیں جن کو جمرات کہا جاتا ہے ان جمرات پر کنکریاں پھینکنا بھی حج کے اعمال اور مناسک میں سے ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے ارادے سے لے کر چلے اور منیٰ کے حدود میں پہنچے تو ایک جگہ شیطان سامنے آیا اور اس نے اس ارادے سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیمؑ نے اس مردود کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا اور آپ آگے روانہ ہو گئے۔ کچھ دور چلے تھے کہ اللہ کا اور اللہ والوں کا دشمن پھر سامنے آیا اور اس نے ناصح مشفق بن کر آپ کو حضرت اسمٰعیل کی قربانی سے روکنا چاہا۔ آپ نے پھر اس کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ دفع ہو گیا۔ آپ آگے چل دیئے۔ کچھ دور کے بعد تیسری دفعہ وہ پھر نمودار ہوا اور پھر اس نے ورغلایا۔ آپ نے پھر اس کو کنکریاں ماریں جس سے وہ پھر زمین میں دھنس گیا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی یہ عاشقانہ ادا ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی نقل بھی حج کا جزو بنا دی گئی۔

تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ کنکریاں پھینکنا بذات خود کوئی نیک عمل نہیں ہے لیکن اللہ کے حکم سے ہر عمل میں عبادت کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور بندگی و نیازمندی تو یہی ہے کہ بے چون و چرا اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ علاوہ ازیں اللہ کے بندے جب اللہ کے حکم سے اس کے جلال و جبروت کا دھیان کرتے ہوئے اور اس کی کبریائی کا نعرہ لگاتے ہوئے شیطانی خیالات و عادات اور نفسانی خواہشات و معصیات کو عالم تصور میں نشانہ بنا کر ان جمروں پر کنکریاں مارتے ہیں اور اس طرح گمراہی اور معصیت کو سنگسار کرتے ہیں تو ان کے قلوب کی اس وقت جو کیفیت ہوتی ہے اور ان کے ایمان والے سینوں کو جو انشراح اور سرور و انبساط اس سے نصیب ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ بھی تو بس وہی جانتے ہیں ۔

انوار ہیں، جلوے ہیں، اسرار ہیں، پردے ہیں اس جنبش ابرو سے اس دیدۂ حیران تک

اہل محبت جانتے ہیں اللہ کے حکم سے اور اس کا نام لے کر جمروں پہ کنکریاں مارنا بھی ایک ایمان افروز مخلصانہ اور عاشقانہ عمل ہے ۔

راہ وفا پہ اہل وفا کیوں نہ مر مٹیں

اس میں بھی زلف یار کا کچھ پیچ و خم تو ہے

سب سے آخر میں قربانی جو حقیقۃً اپنی جان کی قربانی ہے اللہ نے اپنی غایت رحمت اور راحت سے اس کو جانور کی یعنی مال کی قربانی سے بدل دیا ہے یہی محبت کا آخری حال اور عشق کا منتہا ہے ۔